بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لجنہ اماء اللہ جرمنی کا ترجمان

ماہنامہ

خدیجہ

جرمنی

مدیرہ :آصفہ احمد

زیرِ نگرانی:- صدر لجنہ اماءاللہ جرمنی

جلدنمبر 14 پروف ریڈنگ: سیّدہ منور صاحبہ۔صابرہ احمد صاحبہ۔نرگس ظفر صاحبہ ماہ امان 1390 ہجری شمسی بمطابق مارچ 2011 ء گرافکس و کمپوزنگ: فوزیہ بشریٰ صاحبہ شمارہ نمبر 2

القرآن الحکیم

وَّاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡابِهِمۡ وَهُوَالۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ

(سورة الجمعه آیت ۴)

”اورانہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جوابھی اُن سے نہیں ملے۔وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔“

حدیثِ نبوی ﷺ

فَقَالَ فَاِءِ ذَا رَأَيْتُمُوهُ وَلَوْحَبْوًاعَلَى الثَّلْجِ فَاِءِ نَّهُ خَلِيفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِى -

(سنن ابن ماجة ’کتاب الفتن باب خروج المهدی ، جلد نمبر 2 ,صفحه 1367)

” حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔جب تم مہدی کو پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف کے پہاڑوں پر سے گھٹنوں کے بل جانا پڑے کیونکہ مہدی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام عورتوں سے تعلق کے حوالے سے فرماتے ہیں

” دل دُکھانا بڑا گناہ ہے“

”دل دُکھانا بڑا گناہ ہے اور لڑکیوں کے تعلقات بہت نازک ہوتے ہیں۔اور جب والدین ان کو اپنے سے جدا اور دوسرے کے حوالے کرتے ہیں۔تو خیال کرو کہ کیا امیدیں ان کے دلوں میں ہوتی ہیں اور جن کا اندازہ انسان عَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ کے حکم سے کرسکتا ہے۔“ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 65)

” برداشت کی حد“

آپؑ نے فرمایا:۔” فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہیں۔ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے۔درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے اس کا شکر یہ یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔“ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 201)

”بیوی سے درشتی پنہانی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے۔اور باایں ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہ نکالا تھا۔اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا۔اور بڑے خشوع و خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا، کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیّت الٰہی کا نتیجہ ہے۔“ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 2)

” بزدل مرد“

آپؑ فرماتے ہیں:”میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے۔آنحضرتؐ کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپؐ ایسے خلیق تھے۔“ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 44-45)

” اخلاق کے امتحان کا پہلا موقعہ“

حضورؑ فرماتے ہیں:”درحقیقت میرا یہی عقیدہ ہے کہ انسان کے اخلاق کے امتحان کا پہلا موقعہ اس کی بیوی ہے، میں جب کبھی اتفاقاً ایک ذرہ درشتی اپنی بیوی سے کروں تو میرا بدن کانپ جاتا ہے کہ۔۔۔ شخص کو صدہا کوس سے میرے حوالے کیا ہے ،شاید معصیّت ہوگی کہ مجھ سے ایسا ہوا،تب میں ان کو کہتا ہوں کہ تم اپنی نماز میں میرے لیے دعا کرو کہ اگر یہ امر خلاف مرضی حق تعالیٰ تو مجھے معاف فرما دیں اور میں ڈرتا ہوں کہ ہم کسی ظالمانہ حرکت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔“ (الحکم 7 اپریل 1905ء)

” سچے دوستوں جیسا سلوک“

آپؑ فرماتے ہیں: ”چاہیے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو عورتیں ہوتی ہیں اور اگر ان ہی سے تعلقات اچھے نہ ہوں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا سے صلح ہو۔

رسولؐ نے فرمایا”تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہو۔بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں۔دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کرسکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہے ،نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدوکوب کرے۔اس لیے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ہاں اگر بے جا کام کرے تو تنبیہ ضروری چیز ہے۔“ (الحکم 24 دسمبر 1900ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور مشن

اس بارے میں اپنی کتاب تبلیغ رسالت میں آپ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں ”میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ تا مسلمان خالص توحید پر قائم ہو جائیں اور اُن کو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جائے اور ان کی نمازیں اور عبادتیں ذوق اور احسان سے ظاہر ہوں اور ان کے اندر سے ہر ایک قسم کا گند نکل جائے“ حضرت مسیح علیہ السلام جس غرض اور مشن کے لئے بھیجے گئے اور ساری زندگی اس کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔خدا کرے کہ ہم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اس مقصد اور غرض کی تکمیل میں حصہ لینے والے بن سکیں۔وَباللہ التوفیق

(تبلیغ رسالت ص 104-105) (رضیہ شاد)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خلوت نشینی

۔۔ملک کے عام دستور کے خلاف شادی کے بعد بھی حضرت اقدسؑ کی خلوت نشینی اور عزلت پسندی میں ذرہ فرق نہیں آیا۔چنانچہ قادیان کے پاس کا ایک ہندو جاٹ بیان کیا کرتا تھا کہ میں ”مرزا صاحب سے بیس سال بڑا ہوں۔ بڑے مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) کے پاس میرا بہت آنا جانا تھا۔میرے سامنے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی بڑا افسر یا رئیس بڑے مرزا صاحب سے ملنے کے لئے آتا تھا۔تو باتوں باتوں میں ان سے پوچھتا تھا کہ مرزا صاحب ! آپ کے بڑے لڑکے (مرزا غلام قادر صاحب) کے ساتھ تو ملاقات ہوتی رہتی ہے لیکن آپ کے چھوٹے بیٹے کو کبھی نہیں دیکھا وہ جواب دیتے تھے کہ”ہاں میرا دوسرا لڑکا غلام قادر سے چھوٹا ہے تو سہی پر وہ تو الگ ہی رہتا ہے“ ۔۔۔پھر وہ کسی کو بھیج کر مرزا صاحب کو بلواتے تھے۔چنانچہ آپ آنکھیں نیچی کئے ہوئے آتے اور والد صاحب کے پاس ذرا فاصلہ پر بیٹھ جاتے اور یہ عادت تھی کہ بایاں ہاتھ اکثر منہ پر رکھ لیا کرتے تھے اور کچھ نہ بولتے۔اور نہ کسی کی طرف دیکھتے۔بڑے مرزا صاحب فرماتے کہ”اب تو آپ نے اس دلہن کو دیکھ لیا“ بڑے مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ”میرا یہ بیٹا مسیتڑ (یہ ایک پنجابی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ایسا شخص جو اپنے وقت کا اکثر حصّہ مسجد میں نمازوں کے ادا کرنے اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں گذارے) ہے۔نہ نوکری کرتا ہے نہ کماتا ہے اور پھر وہ ہنس کر کہتے کہ چلو تمہیں کسی مسجد میں ملّا کروا دیتا ہوں۔دس من دانے تو گھر میں کھانے کو آجایا کریں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آج وہ زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ کیا بادشاہ بنا بیٹھا ہے اور سینکڑوں آدمی اس کے در کی غلامی کے لیے دُور دُور سے آتے ہیں۔“ (حیات طیّبہ صفحہ 12-13 مطبوعہ 2001ء)

میری آپا

حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ جو کہ حضرت اُمُّ المؤمنینؓ کے حقیقی بھائی ہیں، اپنی جلیل المرتبہ ہمشیرہ کے متعلق تاثرات جو کہ بہن اور بھائی کے تعلقات سے وابستہ ہیں انکے اپنے الفاظ میں (سیرت حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ) "میری آپا" کے عنوان سے درج ہیں۔ آپؓ تحریر فرماتے ہیں:

۱۹۰۰ میں میں ایف اے کا امتحان دے کر جب قادیان آ گیا تو آتے ہی پہلے تو نتیجہ کا انتظار رہا پھر اس کے بعد یہ کہ اب تعلیم کا رخ کس طرف پھیرا جاوے۔ دو ماہ کے بعد نتیجہ نکلا تو میں فرسٹ ڈویژن میں پاس تھا۔ اسکے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کے تتبع میں سب کا مشورہ یہی تھا کہ ڈاکٹری کی تعلیم شروع کی جاوے۔ لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ والد صاحب صرف دس روپے ماہوار خرچ دے سکتے تھے۔ کیونکہ ان کی پنشن کل تیس روپے ماہوار تھی۔ مزید برآں تقریباً دو سو بیس روپے سالانہ گاؤں کی آمد کا آتا تھا۔ مشورہ تو ہو گیا مگر تعلیم کا خرچ ان کی مقدرت اور حیثیت سے بہت زیادہ تھا۔ یعنی تیس روپے ماہوار عام اخراجات کے لئے اور پچاس روپے سالانہ فیس کالج کی اور تقریباً سات سو روپے کی کتابیں اور آلات جو مختلف اوقات میں تعلیم کے دوران خریدے جاتے ہیں۔ آخر ایک دن والد صاحب نے گھر میں ذکر کر دیا کہ اس کی تعلیم کا خرچ میری طاقت سے بڑھ کر ہے میں گاؤں کا سارا روپیہ یعنی دس روپے ماہوار تو دے سکتا ہوں مگر اس سے زیادہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ خیر بات آئی گئی ہوئی مگر اکتوبر کا مہینہ نزدیک آ رہا تھا۔ جب میڈیکل کالج کا داخلہ ہونا تھا اور میرا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا کہ اب دفتر اگزامینر ریلوے کی نوکری کرنی پڑتی ہے یا کوئی اور نوکری۔ کہ اتنے میں ایک دن گھر کی کسی خادمہ نے میرے ہاتھ میں ایک ملفوف خط دیا۔ افسوس وہ خط میرے پاس محفوظ نہیں رہا مگر اس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ تم اپنی ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے تردّد نہ کرو۔ انشاء اللہ جو خرچ مزید درکار ہو گا وہ میں پورا کروں گی اور یہ مت خیال کرو کہ حضرت صاحبؑ سے لے کر دوں گی بلکہ جو میرا ذاتی خرچ ہے اس سے دیا کروں گی بلکہ انشاء اللہ حضرت صاحبؑ کو بھی اس کی اطلاع نہیں ہو گی۔ آخر میں نصرت جہاں لکھا تھا۔

اس کے بعد داخلہ کا وقت آ گیا تو میں نے حضرت والد صاحب سے کہا کہ آپا صاحبہ کا اس مضمون کا خط مجھے ملا ہے اور اب داخلہ قریب ہے آپ تیاری کریں۔ انہوں نے آپا صاحبہ سے ذکر کیا کہ فلاں تاریخ کو داخلہ ہے اور محمد اسمٰعیل لاہور ڈاکٹری میں داخل ہونے جا رہا ہے۔

خیر میں لاہور گیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ میرا نمبر سب سے اوپر ہے اور بہ سبب فرسٹ ڈویژن کے مجھے بارہ روپے ماہوار وظیفہ بھی ملے گا۔ ماہوار خرچ کا یہ انتظام ہوا کہ بارہ روپے ماہوار وظیفہ سرکاری، دس روپے حضرت والد صاحب کی طرف سے اور اور دس روپے ام المومنین صاحبہؓ کی طرف سے اس طرح ماہوار خرچ با آسانی پورا ہو گیا۔ جو ان دنوں کے مطابق کافی تھا۔ اب رہی فیس اور کتابیں، آپا صاحبہ نے ان دس روپے ماہوار اور فیسوں اور کتابوں کے لئے تمام رقم جمع کرنے کی یہ تجویز ہوئی کہ حضرت ام المومنین نے ایک صندوقچی مقفل جس میں روپے ڈالنے کا سوراخ بنا ہوا تھا حضرت والدہ صاحبہ کے پاس بطور امانت رکھوا دی اس صندوقچی میں قفل لگا رہتا تھا اور دوسرے تیسرے روز حضرت اُم المومنینؓ جو روپیہ ان کے پاس ذاتی خرچ کا ہوتا تھا اس صندوقچی میں ڈال دیا کرتی تھیں جس میں سے دس روپیہ ماہوار والد صاحب کے دس روپیوں کے ساتھ مجھے لاہور پہنچ جایا کرتے تھے تو پچاس روپے فیس سے اور چار سَو روپے نئی کتابوں کی قیمت دستی لے جایا کرتا تھا۔ ان دنوں لاہور کے اخراجات بمقابل آج کل کے کم ہوا کرتے تھے۔ میں اپنے تیس **پینتیس** روپے ماہوار میں سے ایک مکان کرایہ پر لے کر رہا کرتا تھا اور ایک ملازم لڑکا بھی جو باورچی کا کام کر سکتا ہو رکھا کرتا تھا اور ہم دونوں کا کھانا، سقّہ خاکروب، نائی دھوبی اور بالائی اخراجات سب اس میں پورے ہو جاتے تھے۔

کپڑے رخصتوں کے ایام میں قادیان میں بن جایا کرتے تھے۔ ساتھ ہی خدا نے یہ فضل بھی فرمایا کہ مجھے پانچوں سال برابر سرکاری وظیفہ ملتا رہا۔ اس طرح میری میڈیکل کالج کی تعلیم ختم ہوئی۔ جس میں سے بیشتر حصہ اُم المومنینؓ کی طرف سے اور کچھ میرے وظیفہ کا اور دس روپے ماہوار حضرت والد صاحب کی طرف سے حصہ تھا۔ میرا یقین ہے کہ حضرت ام المومنینؓ نے نہ صرف اپنی شفقت کو نبھایا بلکہ وہ وعدہ بھی پورا کیا کہ اس بات کا علم سوائے میرے اور حضرت والدہ صاحبہ کے اور کسی کو بلکہ حضرت مسیح الموعود علیہ السلام کو بھی نہیں ہوا اور جو روپیہ ان کو اپنے ذاتی جیب خرچ کے لئے ملتا تھا اس میں مسلسل اتنے سال اپنے پر تنگی ترشی گوارہ فرما کر انہوں نے میرے پر اتنا بڑا احسان فرمایا جس کے اظہار کا موقع اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ ان کی سیرت میں اسے درج کر کے ان کا **اِیتَآءِ ذِوالْقُرْبیٰ**، ان کی لمبی اور مسلسل قربانی اور مجھ پر ان کی خاص شفقت اور محبت کے اخلاق فاضلہ کو آئندہ نسلوں کے لئے بطورِ سبق کے پیش کروں۔ یہ تو صرف ایک خاص واقعہ ہے جس کا علم چونکہ عام لوگوں کو نہیں ہے اس لئے لکھ دیا ورنہ جو جو اِن کے احسانات مجھ پر ہیں ان کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ احسان کے ان کے تعلق کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ایک ایسے عظیم الشان انسان سے ہمارا پیوند کروا دیا کہ اس کے شکر سے ہماری زبانیں بالکل قاصر ہیں۔

(نوٹ) اس تحریر کو جو شخص بھی غور سے پڑھے گا وہ حضرت اُمُّ المؤمنینؓ کی سیرت کے متعدد پہلوؤں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اوّل: حضرت اُمُّ المؤمنینؓ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ اپنے اس ایثار مُودّۃ فِی الْقُربیٰ کا اعلان کریں حتّٰی کہ خود حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کو زبانی نہیں فرمایا بلکہ لکھ کر دیا تھا کہ ان کہ طبیعت پر کوئی بوجھ نہ معلوم ہو۔

دوم: آپ اس امر کی منتظر نہیں رہیں کہ حضرت نانا جان رضی اللہ عنہ یا نانی امّاں رضی اللہ عنہا یا خود حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ اپنی تعلیم کی آئندہ مشکلات یا ضروریات کا ذکر کریں بلکہ حضرت اُمُّ المؤمنینؓ نے خود ایک ضرورت کا احساس فرما کر بغیر کسی قسم کی خارجی تحریک کے اپنا فرض ادا کیا۔

سوم: اس نیکی کے اخفاء کی اس قدر کوشش فرمائی کہ اگر حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ اس واقعہ کا اظہار نہ فرماتے تو دنیا اس سے بے خبر رہتی۔

یہ حضرت اُمُّ المؤمنینؓ کے مخلص فی الدین اور آپ کے ایثار و قربانی کا نظارہ ہے حضرت اُمُّ المؤمنین ان ایام میں جوان تھیں اور بالطبع مستورات کو اپنے لباس اور ذاتی ضروریات کا خصوصاً خیال رہتا ہے مگر حضرت اُمُّ المؤمنینؓ نے اپنی ذاتی ضروریات کو بھائی کی تعلیم کے لئے قربان کر دیا۔

چہارم: حضرت اُمُّ المؤمنینؓ کی اقتصادی اور انتظامی قابلیت بھی اس سے ظاہر ہے کہ کس طرح کفایت شعاری سے پس انداز کرنے کے لئے ایک تجویز فرمائی۔ اگر ہماری خواتین اس طرح اپنی زندگی کو بسر کریں تو ذاتی یا دینی ضروریات کے لئے وہ بہت آسانی سے روپیہ جمع کر سکتی ہیں۔

سب سے آخر میں حضرت میر صاحبؓ نے جو بات فرمائی ہے وہ نہایت پُر معنی ہے اور اس سے خود حضرت میر صاحبؓ کی سیرت پر بھی روشنی پڑتی ہے اور وہ یہ کہ حضرت اُمُّ المؤمنینؓ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آ جانے سے اس خاندان پر وہ انعام ہوا کہ اسے دنیا میں بھی غیر فانی زندگی مل گئی۔

(سیرت حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۱)

(مرسلہ نادرہ رامہ)

مناجات اور تبلیغِ حق

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار — اے مرے پیارے مرے مُحسن میرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذُوالمنن شکر و سپاس — وُہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار
کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار
یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند — ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار
دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے — پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اَے مرے حاجت برار
نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار
لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول — میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار
اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم — جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار
لوگ سَو بک بک کریں پر تیرے مقصد اور ہیں
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں راز دار
عزّت و ذِلّت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں — تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰؐ — مجھ کو کر اے میرے سُلطاں کامیاب و کامگار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا — آ گیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار
ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج — جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار
اِن دلوں کو خود بدل دے اے مرے قادر خدا
تُو تو ربّ العالمیں ہے اور سب کا شہریار

(دُرِّثمین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عجز وانکساری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ ایک شفاف آئینہ کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ جہاں آپؑ نے خدا سے راہنمائی پا کر اپنی فکر کو ملفوظات اور روحانی خزائن کی شکل میں زیورِ تحریر بخشا۔ وہیں خدا کی بتائی ہوئی پاک راہوں پر چلتے ہوئے آپؑ کی زندگی ہم سب اور آنے والے زمانوں کے لئے انسانی اخلاق کا عظیم ترین نمونہ ہے۔

آپؑ کی سیرت قدسیہ اور اوصافِ کریمانہ پر کئی کتب اور ہزاروں مضامین لکھے گئے۔ اس مختصر مضمون میں بھی آپؑ کی عظیم الشان زندگی کے ایک پہلو یعنی آپؑ کے عجز وانکسار پر چند واقعات تحریر ہیں۔ آپؑ کی زندگی انتہائی سادگی، عاجزی اور انکساری میں گزری اور آپؑ نے افرادِ جماعت کو بھی یہی تعلیم دی۔

آپؑ تحریر فرماتے ہیں کہ "انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں۔ مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔" (تذکرۃ الشہادتین، صفحہ 63)

ایک اور جگہ آپؑ تحریر فرماتے ہیں، "میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔ ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے۔ وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سر چشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اُس کو دیوانہ کر دے اور اُس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دیدے۔" (نزول المسیح صفحہ 402)

آپؑ نے قرآنی آیت لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک معنے یہ بھی کئے ہیں فرماتے ہیں کہ "کوئی شخص محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کو حاصل نہیں کر سکتا کہ جب تک کہ دو صفتیں اس میں پیدا نہ ہو جائیں۔ اول تکبر کو توڑنا۔ جس طرح کہ کھڑا ہوا پہاڑ جس نے سر اونچا کیا ہوا ہوتا ہے گر کر زمین سے ہموار ہو جائے۔ اسی طرح انسان کو چاہئے کہ تمام تکبر اور بڑائی کے خیالات کو دور کرے۔ عاجزی اور خاکساری کو اختیار کرے۔" (ذکرِ حبیب، حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب: صفحہ 261)

حضرت اقدسؑ کی مجالس نہایت سادہ ہوتیں جس کو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتا۔ مجلس میں آنے والے احباب سے انتہائی محبت سے ملتے۔ آپؑ کے کسی قول و فعل میں ایک لحہ کے لئے بھی یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ آپؑ کوئی بڑے آدمی ہیں۔

حضرت مولانا عبدالکریمؓ صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب "سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام" (صفحہ 41،42) میں تحریر فرماتے ہیں کہ "باہر مسجد مبارک میں آپؑ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی ایک اجنبی آدمی آپؑ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا۔ آپؑ ہمیشہ دائیں صف ایک کونے میں مسجد کے اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے۔ میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اس لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں۔ بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے۔ اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اُسی حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے آپ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں۔ ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے کہ آپؑ کو خصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے۔"

آپؑ کے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ "والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری بلکہ فقیر کے طور پر گزاری"۔۔۔ آپؑ کے حلم اور منکسر المزاجی کی ایک مثال حیاتِ طیبہ میں کچھ یوں تحریر ہے کہ، "قادیان کے کنہیا لعل صراف کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ خود حضرت مرزا صاحب کو بٹالہ جانا تھا۔ آپؑ نے مجھے فرمایا کہ یکہ کرا دیا جائے۔ حضورؑ جب نہر پر پہنچے تو آپؑ کو یاد آیا کہ کوئی چیز گھر میں رہ گئی ہے۔ یکے والے کو وہاں چھوڑا اور خود پیدل واپس تشریف لائے۔ یکے والے کو پل پر اور سواریاں مل گئیں اور وہ بٹالہ روانہ ہو گیا اور مرزا صاحب غالباً پیدل ہی بٹالہ گئے۔ تو میں نے یکے والے کو بلا کر پیٹا اور کہا کہ کمبخت اگر مرزا نظام الدین ہوتے تو خواہ تجھے تین دن وہاں بیٹھنا پڑتا تُو بیٹھتا لیکن چونکہ یہ نیک اور درویش طبع آدمی ہے۔ اسی لئے تو ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپؑ نے مجھے بلا کر فرمایا۔ "وہ میری خاطر کیسے بیٹھا رہتا اسے مزدوری مل گئی اور چلا گیا۔"

(حیاتِ طیبہ، صفحہ 15، 16)

آپ کے حلم و کرم کا ایک جلوہ یوں بیان ہے، حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب نے بیان کیا کہ "جب مَیں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا تو حضورؑ اندر سے میرے لئے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مَیں شام کے قریب قادیان سے آنے لگا تو حضرت صاحبؑ نے اندر سے میرے واسطے کھانا منگوایا۔ جو خادم کھانا لایا، وہ یونہی کھلا کھانا لے آیا۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے کر جائیں گے کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا جس میں کھانا باندھ دیا جاتا۔ اچھا میں کچھ انتظام کرتا ہوں اور پھر اپنے سر کی پگڑی کا ایک کنارہ کاٹ کر اس میں وہ کھانا باندھ دیا۔" (ذکرِ حبیب، صفحہ 321)

آخر میں ایک واقعہ مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی کتاب "مجددِ اعظم"، جلد دوم (صفحہ 1293 تا 1294) سے تحریر ہے۔ "نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کی بیگم صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ تو حضرت اقدسؑ جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔ نماز جنازہ خود پڑھائی۔ قبر ابھی تیار نہ تھی میں (یعنی خاکسار، مولف) بھی جنازہ کے ساتھ تھا۔ لوگ قبر دیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ میں بھی اُسی طرف متوجہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں جو دیکھتا ہوں تو حضرتؑ صاحب ندارد۔ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا تو باغ میں ایک طرف اکیلے زمین پر بیٹھے ہوئے نظر پڑے۔ میں نے جلدی سے ایک درخت کے نیچے سفید چادر بچھائی اور حضرتؑ سے جا کر عرض کی کہ یہاں تو دھوپ ہے۔ وہاں درخت کے سایہ میں تشریف لے چلئے۔ فرمانے لگے، ہاں یہ ٹھیک ہے۔ آپؑ درخت کے سایہ میں اس چادر پر بیٹھ گئے۔ میں قریب ہی میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں لوگوں نے جو دیکھا کہ حضرتؑ صاحب درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں تو لوگ وہیں آنا شروع ہو گئے۔ اب جو آتا حضرت اقدسؑ اُسے فرماتے "آئیے آئیے یہاں بیٹھئے" اور خود پیچھے کھسک جاتے اور اُسے چادر پر بٹھا لیتے۔ لوگ آتے گئے اور حضرت صاحب پیچھے کھسک کھسک کر لوگوں کو چادر پر بٹھاتے گئے۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی جو دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب تو مٹی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور مرید سارے چادر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آنے والوں کو تو زیارت اور ملاقات کے ذوق و شوق میں یہ نظر نہ آیا۔ مگر میں دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا۔ ساتھ ہی ایمان ترقی کر رہا تھا کہ خدا نے کیا مرتبہ دیا ہے اور نفس میں کس قدر انکسار اور فروتنی ہے۔" یہ وہ راہیں ہیں جو ہماری منزل کا نشان ہیں کہ ہم اپنے نفس کے گورکھ دھندوں سے نکل کر راہِ حق پائیں۔ خدا ہمیں ان پاک راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(عذرا عباسی)

رپورٹ ریفریشر کورس برائے مرکزی معاونات لجنہ اماءاللہ جرمنی

(منعقدہ مورخہ 22 جنوری 2011ء بروز ہفتہ بمقام بیت السبوح سینٹر فرینکفرٹ)

لبنیٰ ثاقب منتظمہ رپورٹنگ

محض خُدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے مورخہ 22 جنوری 2011ء بروز ہفتہ صبح 10 بجے بیت السبوح سینٹر فرینکفرٹ میں مرکزی عاملہ کے زیر اہتمام معاونات کیلئے پہلے ریفریشر کورس کا انتظام کیا گیا۔ جس میں مرکزی سیکرٹریان کے علاوہ کثیر تعداد میں معاونات نے شرکت کر کے پروگرام کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ الحمدللہ یہ امر اس لحاظ سے خصوصیت کا حامل ہے کہ مکرم محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب نیشنل امیر جماعت جرمنی نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس پروگرام میں شرکت کر کے زرّیں نصائح سے نوازا۔

کاروائی کا آغاز: کاروائی کا آغاز نیشنل صدر لجنہ مکرمہ امتہ الحئی احمد صاحبہ کی زیر صدارت قرآن کریم کی سُورۃ الحدید کی منتخب آیات کی تلاوت سے ہوا۔ اردو جرمن ترجمہ کے بعد "عمدۃ اخلاق" کے حوالے سے حدیث نبویہ ﷺ پیش کی گئی۔ سٹی روڈ گاؤ کی ممبرات کی ٹیم نے ترنم سے حضرت مسیح موعودؑ کا عربی قصیدہ پیش کیا عہد کے بعد محترمہ نیشنل صدر صاحبہ نے معاونات سے افتتاحی خطاب فرمایا۔ نیشنل صدر صاحبہ کا خطاب دو حصوں پر مشتمل تھا۔

اوّل: بحیثیت احمدی عورت ہمارا مقام اور ذمہ داریاں اور

دوئم: بحیثیت عہدیداران ہماری ذمہ داریاں اور کردار

اس ضمن میں موضوع کی وضاحت کیلئے خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختلف مواقع پر عورتوں کی ذمہ داریوں سے متعلق خطبات میں سے اقتباسات پڑھ کر سُنائے۔

علاوہ ازیں محترمہ صدر صاحبہ نے اپنے خطاب میں مرکزی عہدیداران کو اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم کرنے، تکبر سے اجتناب کرنے، پردہ اور لباس کا خیال رکھنے، مالی قربانی کے معیار بلند کرنے، اخلاق کے اعلیٰ معیار اپنانے، عاجزی و انکساری اختیار کرنے اور اپنے گھروں کے ماحول کو بہترین بنانے، رحمی رشتوں کے حقوق کا خیال رکھنے، کمزوریاں دور کرنے اور دیانتداری سے عہدوں کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دلوائی۔ آخر میں مرکزی عہدیداران میں سے واقفاتِ نو اور موصیات کی تعداد دریافت فرمائی۔

دُعا سے قبل نیشنل صدر صاحبہ نے جلسہ سالانہ جرمنی کی کامیابی کیلئے خصوصی دعا کی درخواست کی۔

پریزینٹیشن: شعبہ جنرل سیکرٹری کی ٹیم نے اسسٹنٹ جنرل سیکرٹری دوئم کی قیادت میں مرکزی معاونات کے پردہ، مالی قربانی، وصیت، واقفاتِ نو اور تربیتی صورتحال کے بارہ میں ایک پریزینٹیشن پیش کی۔ جس میں بیمر کے ذریعہ مندرجہ بالا امور گراف کی شکل میں واضح کر کے دکھائے گئے۔

اس موقع پر مکرمہ نیشنل صدر صاحبہ نے معاونات کو سوالات کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ پردہ کے موضوع پر حاضرین میں سے ممبرات نے متفرق سوالات کیے۔ اور محترمہ نیشنل صدر صاحبہ نے جواب دیئے۔

دفتری قوانین: بعد ازاں اسسٹنٹ جنرل سیکرٹری اوّل نے لجنہ کے دفاتر میں کام کرنے والی معاونات کی راہنمائی کیلئے قوانین پڑھ کر سُنائے۔

تعارف: نیشنل صدر صاحبہ کے ارشاد پر جملہ شعبہ جات کی نیشنل سیکرٹریان نے فرداً فرداً اپنی معاونات کا تعارف کروایا۔ اور کام کی تقسیم کے طریق کار سے حاضرین کو آگاہ کیا۔

☆ **وقفہ برائے نمازِ ظہر وطعام:** دوپہر 13.30 بجے نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔

خطاب مکرم نیشنل امیر صاحب: سہ پہر 15.00 بجے مکرم ومحترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب نیشنل امیر جماعت احمدیہ جرمنی نے مرکزی سیکرٹریان ومعاونات سے انتہائی جامع اور مدلل خطاب فرمایا۔

ٹوٹل حاضری: اس موقع پر مرکزی سیکرٹریان، معاونات اور انتظامیہ کی کل حاضری 200 رہی۔ الحمدللہ

Vol. 14 Monthly **Khadija** Germany Issue 2

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

”آپ علیہ السلام کا حلیہ مبارک “

قد درمیانہ سے ذرا اونچا بدن کسی قدر بھاری آنکھیں بڑی بڑی مگر ہمیشہ غضِ بصر کی صورت میں رہنے کے سبب باریک سی معلوم ہوتی تھیں چہرہ چمکدار۔ چھاتی کشادہ۔ کمر سیدھی............رنگ سفید و سرخ گندمی تھا۔ جب آپؑ ہنستے تھے تو چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ سر کے بال سیدھے کانوں تک لٹکے ہوئے ملائم اور چمکدار تھے۔ ریش مبارک گھنی ایک مُشت سے کچھ زیادہ رہتی تھی (ذکرِ حبیب ص ۳۱) ۔ اکثر اوقات آنکھیں نیم بند اور نیچے کی طرف جھکی رہتیں ۔(سلسلہ احمدیہ ص ۱۹۴)

”آپ علیہ السلام کا لباس “

عموماً بند گلے کا کوٹ یا جبّہ ۔ دیسی کاٹ کا کرتہ یا قمیض اور معروف شرعی ساخت کا پاجامہ جو آخری عمر میں عموماً گرم ہوتا تھا۔ جوتا ہمیشہ دیسی پہنا کرتے تھے۔ ہاتھ میں عصا رکھنے کی عادت تھی۔ سر پر اکثر سفید ململ کی پگڑی باندھتے تھے۔ جس کے نیچے عموماً نرم قسم کی رومی ٹوپی ہوتی تھی۔(سلسلہ احمدیہ ص ۱۹۵)

” خوراک “

کھانے میں نہایت سادہ مزاج تھے۔ اور کسی چیز سے شغف نہیں تھا بلکہ جو چیز بھی میسر آتی تھی بے تکلف تناول فرماتے تھے اور عموماً سادہ غذا کو پسند فرماتے تھے۔ غذا بہت کم تھی۔ اور جسم اس بات کا عادی تھا کہ ہر قسم کی مشقت برداشت کر سکے۔(سلسلہ احمدیہ ص ۱۹۵) (اخلاق احمد ص ۳)

” قرآن کریم کا احترام اور اس سے محبت “

حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ (مرحوم) نے بیان کیا کہ ”والد صاحب تین کتابیں بہت کثرت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے یعنی قرآن مجید، مثنوی رومی اور دلائل الخیرات اور کچھ نوٹ بھی لیا کرتے تھے اور قرآن شریف بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔“(سیرت المہدی حصّہ اوّل ص ۱۹۰)(اخلاق احمد ص ۵)

” رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت “

آپ علیہ السلام کو اپنے آقا آنحضرت ﷺ سے ایسا عشق و محبت تھا جو الفاظ میں بیان کرنا بہت مشکل ہے، عشق رسول ﷺ آپؑ کی جان تھی، اور آپؑ کا سارا وجود عشق رسولؐ کا شیریں پھل تھا، آپ علیہ السلام کی اس عظیم الشان محبت کے چند ایک پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے بیان کیا ہے۔ کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کسی تقریر یا مجلس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے تو بسا اوقات ان محبت بھرے الفاظ میں ذکر فرماتے تھے کہ ”ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے۔“ اسی طرح تحریر میں آپ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے بعد صرف ؐ یا صلعم نہیں لکھتے تھے بلکہ پورا **”درود یعنی صلی اللہ علیہ وسلم لکھا کرتے تھے“**

(سیرت المہدی حصّہ سوم ص ۵۴۷)(اخلاق احمد ص ۴)

مرزا دین محمد صاحبؓ ساکن لنگروال نے بیان کیا کہ ”جب میں حضرت صاحب کے پاس سوتا تھا تو آپؑ......صبح کی نماز کے لیے ضرور جگاتے تھے اور جگاتے اس طرح تھے کہ پانی میں انگلیاں ڈبو کر اُس کا ہلکا سا چھینٹا پھوار کی طرح پھینکتے تھے میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ آپؑ آواز دے کر کیوں نہیں جگاتے اور پانی سے کیوں جگاتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے اور فرمایا کہ آواز دینے سے بعض اوقات آدمی دھڑک جاتا ہے۔“(سیرت المہدی حصّہ سوم ص ۴۹۲) (اخلاق احمد ص ۴)

آپ علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے محبت کا اظہار اپنے منظوم کلام میں بھی کیا ہے ان اشعار کا ایک ایک حرف آنحضرت ﷺ کے عشق و محبت میں ڈوبا ہوا، دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا اور جذبات فدائیت سے بھرپور نظر آتا ہے۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

دلبرا ! مُجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بُھلایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمُور میرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے (درثمین)

” دوستوں سے سلوک “

آپ علیہ السلام کا اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک ایسا ہوتا تھا کہ ہر کوئی یہی خیال کرتا تھا کہ مجھ سے ہی زیادہ محبت ہے۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے بیان کیا ہے کہ ”مولوی عبداللطیف صاحب شہیدؓ کی شہادت کے بعد ان کا کوئی مرید ان کے کچھ بال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس قادیان لایا۔ آپؑ نے وہ بال کھلے مُنہ کی چھوٹی بوتل میں ڈال کر اور اس کے اندر کچھ مشک رکھ کر اس بوتل کو سر بمُہر کر دیا۔ اور پھر اس شیشی میں تاگہ باندھ کر اسے اپنی بیت الدّعا کی کھونٹی سے لٹکا دیا اور یہ سارا عمل آپؑ نے ایسے طور پر کیا کہ گویا آپؑ ان بالوں کو تبرّک خیال فرماتے تھے۔ اور نیز بیت الدعا میں اس غرض سے لٹکائے گئے ہونگے کہ دُعا کی تحریک رہے“

(سیرت المہدی حصّہ دوم ص ۳۶۸) (اخلاق احمد ص ۱۲)

” حُسن مزاح “

انبیاء علیہم السلام کو روحانی اوصاف کے علاوہ دنیاوی خوبیوں سے بھی ایک وافر حصہ ملتا ہے گویا وہ ہر لحاظ سے اپنے متبعین کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ انہیں خوبیوں میں سے ایک مزاح کی خوبی ہے جس کی وجہ سے لوگوں میں زندہ دلی قائم رہتی ہے اور انکی روحوں میں بشاشت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی احادیث میں ذکر ہے کہ ” كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلْعَمَ يُمَازِحُ وَلَا يَقُوْلُ اِلَّالْحَقَّ۔“ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزاح کیا کرتے تھے مگر مزاح میں حق بات ہی کہتے۔ یہ نہیں کہ تہذیب کو خیر باد کہہ کر تمسخر و استہزاء کا طریق اختیار کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت میں بھی ہمیں ہنسی، دل لگی اور مزاح کی مثالیں ملتی ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

حضرت میرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے نے بیان کیا کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہمارے گھر میں ایک خادمہ عورت رہتی تھی جس کا نام ”مہرو“ تھا۔ وہ بچاری ایک گاؤں کی رہنے والی تھی۔ اور ان الفاظ کو نہ سمجھتی تھی جو زیادہ ترقی یافتہ تمدن میں مستعمل ہوتے ہیں چنانچہ ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے اسے فرمایا ایک خلال لاؤ وہ جھٹ گئی اور پتھر کا ادویہ کوٹنے والا کھرل اُٹھا لائی جسے دیکھ کر حضرت صاحبؑ بہت ہنسے اور ہماری والدہ صاحبہ (یعنی حضرت امّ المؤمنینؓ) سے ہنستے ہوئے فرمایا کہ دیکھو میں نے اس سے خلال مانگا تھا اور یہ کیا لے آئی ہے۔ اسی عورت کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ میاں غلام محمد کاتب امرتسریؓ نے دروازہ پر دستک دی اور کہا کہ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں عرض کرو کہ کاتب آیا ہے۔ یہ پیغام لے کر وہ حضرت صاحبؑ کے پاس گئی اور کہنے لگی حضور قاتل دروازے پر کھڑا ہے اور بلاتا ہے حضرت صاحبؑ بہت ہنسے۔“

(سیرت المہدی حصّہ دوم ص ۳۴۸) (اخلاق احمد ص ۱۹،۲۰)

” کسی کو ’تو‘ نہ کہنا “

حافظ نبی بخش صاحبؓ ساکن فیض اللہ چک نے بیان کیا کہ ”......حضورؑ کی عادت میں داخل تھا کہ خواہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا کسی کو ”تو“ کے لفظ سے خطاب نہ کرتے تھے۔ حالانکہ میں چھوٹا بچہ تھا مجھے کبھی حضورؑ نے ”تو“ سے مخاطب نہ کیا تھا۔“(سیرت المہدی حصّہ سوم ص ۵۴۳) (اخلاق احمد ص ۲۸،۲۹)

” دعا کا طریق“

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے بیان کیا کہ ”جب حضرت صاحبؑ مجلس میں بیعت کے بعد یا کسی کی درخواست پر دُعا فرمایا کرتے تھے۔ تو آپؑ کے دونوں ہاتھ مُنہ کے نہایت قریب ہوتے تھے۔ اور پیشانی و چہرہ مبارک ہاتھوں سے ڈھک جاتا تھا، اور آپؑ آلتی پالتی مار کر دُعا نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ دو زانو ہو کر دعا فرماتے تھے اگر دوسری طرح بھی بیٹھے ہوں تب بھی دُعا کے وقت دو زانو ہو جایا کرتے تھے۔ یہ دعا کے وقت حضورؑ کا ادب الٰہی تھا۔“

(سیرت المہدی حصّہ سوم ص ۷۳۶)(اخلاق احمد ص ۲۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے چند درخشاں پہلو بیان ہوئے ہیں ہر پہلو نہایت روشن اور ہدایت کا موجب ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

(ماہم ظفر)